Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:4 (1968)

مغربی تہذیب کی نفسیاتی بنیادیں

مولانا محمد تقی امینی ناظمِ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

کسی تہذیب کی نفسیاتی بنیادوں کو سمجھنے کے لئے اس کے حسب ونسب میں غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ مغربی تہذیب کے بارے میں قاموس نگاروں کی رائیں درج ذیل ہیں:-

"اس (مغربی تہذیب) کا سلسلۂ نسب ونسل یونان کے واضح اور مدلل انداز تک پہنچتا ہے۔" [1]

"ہمارے مغربی معاشرہ (تہذیب) کو یونانی تہذیب سے وہی علاقہ ہے جو بچہ کو باپ سے ہوتا ہے۔" [2]

"مغربی ذہن کا اصل جوہر قدیم یونانی تہذیب ہے، جس نے اپنا مظہر جسم انسانی کو قرار دیا تھا۔" [3]

"یورپی ذہن اس اعتبار سے مشرق اور اسلام سے مختلف ہے کہ اس کی پشت پر یونان اور روما ہیں۔ اس کی ترکیب وکیفیت میں یہ حقیقت سب سے زیادہ روشن ہے۔ یونان کی روحیت اس کی آزاد روی، اس کی کامل آزادی، اس کا مزاج ذوق وتجسس، اس کا غیر مذہبی اور دنیادارانہ زاویۂ نگاہ، اُس کی تنقید اور انسانی عقل وادراک کے تمام واقعات اور حقائق پر بے تکلف اور آزادانہ تنقید، یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے مغربی دنیا کا وجود ممکن ہوگیا۔" [4]

مذکورہ بالا تصریحات میں یونان کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم وفلسفہ، ادب وشاعری اور تہذیب ومذہب وغیرہ میں روما یونان کا حلقہ بگوش رہا ہے، جیسا کہ ٹائن بی نے کہا ہے: "یونانی ثقافت کی حلقہ بگوشی کے بعد ہی روما اس معاشی اور سیاسی نشوونما میں حصہ دار بنا جو یونانی شہری ریاستوں یا یونانیت کو

---

[1] میکنگ آف ہیومینیٹی باب ہفتم، از رابرٹ برفیالٹ۔

[2] مطالعۂ تاریخ۔ باب دوم، از آرنلڈ جے ٹائن بی۔

[3] مغربی تمدن کیا ہے؟ - از ڈاکٹر ہینر۔ [4] میکنگ آف ہیومینیٹی، باب ہفتم۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

قبول کرنے والی شہری ریاستوں کا طبعی خاصہ تھی۔ اور روما اس دور کے مرحلہ سے گزرا لیکن وہ ایتھنز سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیچھے رہا۔ [1]

یہاں یونان و روما کی مذہبی و اخلاقی حالت قبل مسیح بیان کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ مغربی تہذیب کو کس قسم کی بنیادیں بذریعہ وراثت منتقل ہوئی ہیں۔ یونان میں فلسفہ کے آغاز سے پہلے اور بہت بعد تک کسی ایسے مذہب اور عقیدے کا ثبوت نہیں ملتا، جو علم وحی سے براہِ راست مستفید ہوا ہو۔ اور جس میں یونانیوں کی اخلاقی و معاشرتی رہنمائی کی صلاحیت ہو۔ ہندوستانی آریوں کی طرح قدیم یونانیوں کا مذہب بھی مناظرِ فطرت اور دیوی دیوتاؤں کی پرستش تھا۔ آسمان، زمین، سورج، چاند اور ستارے وغیرہ کے ساتھ قوائے تولید اور جنسی جذبات کی پرستش کا بھی رواج تھا۔

جنسی دیوتاؤں میں ڈایونیسس (DIONYSUS) دیوتا کو خصوصیت حاصل تھی، جس کے نام پر یونانیوں کا ایک بڑا تہوار ڈائینیز منایا جاتا اور اس میں مردوں اور عورتوں کو آزادانہ اختلاط کی آزادی ہوتی تھی۔ اسی طرح اپریل کے شروع میں یونان کے مختلف شہروں میں صنفِ نازک کی نمائندہ الفرڈائٹ (APHRODITE) دیوی کے نام پر ایک بڑا تہوار منایا جاتا، جس میں شریک ہونے والوں کو بھی جنسی آزادی حاصل ہوتی تھی۔ جنسی معبودوں کے علاوہ خانگی، شہری، حیوانی اور اولمپیائی (وہ اعلیٰ درجہ کے معبود جو کوہِ اولمپس پر رہتے تھے) معبودوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جن کو مختلف کام سپرد تھے۔ یونانیوں کے عقیدہ کے مطابق ان دیوی دیوتاؤں نے دنیا کو پیدا نہ کیا تھا بلکہ دنیا نے ان کو پیدا کیا تھا۔ اسی بنا پر ان کے یہاں رب العلمین کے درجہ کا کوئی معبود نہیں ہے۔ زیوس (ZEUS) اگرچہ سب سے بڑا معبود تھا، لیکن اس کو بھی رب العلمین کا مقام حاصل نہ تھا ——— مذہب سے عام طور پر اخلاق کی اصلاح اور فکر و عمل کی جولانیوں کی حد بندی ہوتی ہے۔ لیکن محققین کا اتفاق ہے کہ اس مذہب نے یونانیوں کو آزادی دے کر ان کے اخلاق کو اور زیادہ بگاڑ دیا تھا۔ ایتھنز وغیرہ بعض شہروں میں جس قدر اخلاقی تعلیم کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں مذکورہ مذہب اور دیوی دیوتاؤں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ ابتدا کے چند فلسفیوں بعض مقننوں اور شہر ڈیلفی کے مشہور مندر کے پجاریوں کا مشترکہ کارنامہ ہے۔ یونان (۴۰۰ ق م) میں جب علم و حکمت اور فلسفہ کی ترقی ہوئی تو مذہب کی مذکورہ

---

[1] مطالعۂ تاریخ۔ سولھواں باب۔ آرنلڈ جے ٹائن بی۔

حالت میں یہی تبدیلی ہوئی۔ چنانچہ سقراط (۴۶۹ - ۳۹۹ ق م) افلاطون (۳۴۷ ق م) اور ارسطو (۳۸۴ ق م) وغیرہ کی عقلی توجیہات اور فلسفیانہ کاوشوں نے یونانیوں کو ایک ایسے مذہب سے روشناس کرایا جس کی بنیاد توہمات کے بجائے فلسفہ پر رکھی گئی تھی۔

ابتداء میں فلاسفروں کی حسبِ معمول مخالفتیں ہوئیں اور مذہب کی بارگاہ سے اُن کے لامذہبی ہونے کا فتویٰ صادر ہوا۔ لیکن بعد میں مخالفتیں دب گئیں، اور یونانی فلسفہ کے اثر سے توحید کی طرف مائل ہو گئے۔ فلسفہ کی ترویج واشاعت کے بعد یونانیوں نے اس کو عملی اور روحانی زندگی کے لئے شمعِ ھدایت بنانے کی کوشش کی، لیکن اپنی چند بنیادی خامیوں کی وجہ سے فلسفہ نہ مذہب کی جگہ لینے میں کامیاب ہو سکا اور نہ اس میں معاشرتی و اخلاقی رہنمائی کی صلاحیت پیدا ہو سکی ؎

یونانیوں کے زوال (۱۴۶ ق م) کے بعد رومیوں نے ان کی جگہ سنبھالی۔ زوال کے باوجود یونانیوں کو یہ سب سے بڑی ثقافتی فتح حاصل ہوئی کہ رومیوں نے یونانیت اختیار کرلی۔ چنانچہ عیسائیت قبول کرنے سے پہلے رومیوں کا مذہب یونانیوں سے زیادہ متاثر نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے دیوتا یونان سے درآمد کئے گئے تھے جن کو حسبِ سابق متفرق کام سپرد تھے۔ اسی طرح علم و فلسفہ، ادب و شاعری اور تہذیب و شائستگی میں روما یونان کا خوشہ چین رہا ہے۔

رومیوں کا بڑا معبود جو روما کا محافظ اور رب الارباب کے مقام پہ فائز تھا، اس کا نام جوپیٹر (JUPITER) تھا۔ جس کی حیثیت آسمان کے بادشاہ کی تھی جب کہ دوسرے چھوٹے بڑے معبودوں کی حیثیت وزراء اور ملائکہ کی تھی۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ روما کے مذہب میں نسبتاً عقائد کا حصہ کم تھا۔ اور اعمال و رسوم پر زیادہ زور تھا۔ اسی بنا پر فلسفہ کے تشکیکی اثر سے مذہب کا وہ حصہ محفوظ رہا جس کا تعلق عقائد سے نہ تھا۔ اور بہت سے حکماء عقیدتاً آزاد ہونے کے باوجود بعض مذہبی اعمال و رسوم کی پابندی کرتے رہے۔ نیز محققین کی رائے ہے کہ رومی مذہب سے نہ تو کوئی اخلاقی جذبہ پیدا ہوتا تھا اور نہ

؎ ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا (یونان) از ولیم لینگر، ہسٹری آف گریس (قدیم یونانیوں کا ملکی اور تمدنی نظام) از پروفیسر بیوری۔ داستانِ فلسفہ از ول ڈیورانٹ، داستان دانش از خلیفہ عبدالحکیم۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈاکٹر ڈریپر۔ تاریخ یونانِ قدیم، باب دوم و سوم۔

معبودوں کی سیرت کے ساتھ کوئی اخلاقی تخیل وابستہ تھا۔ بلکہ جو گندے اور مخرب الاخلاق افسانے غیر ملکی دیوتاؤں کی بابت مشہور تھے، وہ سب رومن روایات کا جزو بن گئے تھے۔

مذہب کے بارے میں حکمائے روم کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ مذہب کا قائل تھا۔ اور فلاسفۂ یونان کی طرح اس میں بھی کثرت پرستی کے خلاف ردِ عمل پیدا ہو گیا تھا۔ اُس نے بالآخر رومیوں کو توحید کی طرف مائل کر دیا۔ اس گروہ کی توحید تک رسائی نظریۂ وحدۃ الوجود کے طریقہ سے ہوئی تھی۔ یہ طریقہ اس زمانہ میں ذاتِ باری اور کائنات سے اس کے تعلق کو عقلی طور پر سمجھانے کی ایک کوشش تھی۔ اس کے ماننے والے بعض حکماء (موحد ہونے کے باوجود) محض اس بناء پر بُت پرستی کو جائز سمجھتے تھے کہ عوام میں اس کے ذریعہ خدا کا تصور جمانے میں مدد ملتی ہے۔ دوسرا گروہ مذہب سے باغی تھا۔ اس کا بڑا کارنامہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسی نے مذہب کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ وکرٹیس (WCARTIUS) کا قول تھا کہ مذہب خوف و دہشت اور رعب کی پیداوار ہے۔ اسی طرح بعض حکماء کی رائے تھی کہ مختلف معبود فطرت کے مختلف مظاہر یا ذاتِ باری کے مختلف قوائ ہیں۔ اور بعض حکماء کا خیال تھا کہ دیوتا اپنے زمانہ میں بادشاہ تھے لیکن موت کے بعد لوگ ان کو خدا سمجھنے لگے وغیرہ [1]

اس میں شک نہیں کہ فلسفۂ یونان کی شمع جب ایتھنز میں گُل ہوئی تو اس حکمت کے آفتاب نے روما میں طلوع کیا تھا۔ لیکن یونان کی طرح روما میں بھی یہ حکمت نہ مذہب کی قائم مقام بن سکی اور نہ اخلاقی و معاشرتی رہنمائی میں کامیاب ہو سکی۔ البتہ قانون کی ترتیب و تدوین میں روما کا کارنامہ اس قدر اہم ہے کہ یونان اور دنیا کی دوسری قومیں اس کی ہمسری کرنے سے عاجز تھیں جیسا کہ درجِ ذیل تفصیل سے واضح ہوتا ہے۔

دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح پہلے روما کا قانونی نظام بھی مذہبی مراسم اور روایات پر مبنی تھا۔ ۴۸۰-۴۵۱ ق م کے لگ بھگ قانون بنانے کے لئے ایک مجلس مقرر کی گئی اور اس نے قانون کا ایک مجموعہ تیار کیا، جو "دوازدہ الواح" کے نام سے مشہور ہے اور جس کو بعد میں روما کے قانونی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس مجموعہ میں معاملات و کاروبار اور مملکت کے انتظام و انصرام سے متعلق قوانین تھے۔ اور اکثر وہ رواج بھی تھے، جو روما

---

[1] تاریخ اخلاق یورپ از لیکی باب دوم اخلاق قبل مسیح

تاریخ جمہوریہ روما۔ ج ۱۔ باب چہارم (مذہب) از ڈبلیو۔ ای۔ ہیٹ۔

میں پہلے سے قانون کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ ترتیب و تدوین کے وقت حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ مذہبی مراسم کو اس مجموعہ سے الگ رکھا جائے اور سیکولر طرز کا نظام قانون مرتب کیا جائے۔ اگرچہ ابتداً اس کوشش میں پوری طرح کامیابی نہ ہوئی تھی لیکن سیکولر طرز کا قانون مرتب کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی، جو قبل مسیح وجود میں آئی تھی۔

اس کے بعد حالات و ضروریات کے لحاظ سے احکام کی تشریح و توضیح اور قیاس و استنباط کا کام منتشر طور پر برابر جاری رہا۔ چنانچہ گایوس (GAIUS) وغیرہ کے کئی مجموعوں کے مرتب کئے جانے اور کئی مجالس قانون ساز کے مقرر کئے جانے کا ذکر قانون کی تاریخ میں موجود ہے۔ لیکن تقریباً ایک ہزار سال بعد ۵۲۷ء میں شہنشاہ جسٹی نین نے قانون کی باقاعدہ تدوین کی طرف توجہ دی۔ اور سات آٹھ سال کی مدت میں رومی قانون کا وہ مجموعہ مکمل ہُوا، جو رومن لاء کے نام سے مشہور ہے [۱]

مذہب، فلسفہ اور قانون کے باوجود رومی قوم کی یہ خصوصیت برقرار رہی کہ اس کو انسانوں کی ایذا رسانی بلکہ قتل و ہلاکت میں لطف آتا تھا۔ چنانچہ سیافی کے نام سے تماشہ کے لئے انسانوں کو انسانوں اور جانوروں سے لڑایا جاتا اور خون بہتا، نیز تڑپ تڑپ کر جان دیتے دیکھ کر رومیوں کو مزہ آتا تھا۔ ابتداء میں یہ رسم مذہبی تھی جو روحوں کو خوش کرنے کے لئے قبرستان میں ادا کی جاتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ رسم اس قدر عام ہوگئی کہ ترقی، فتح، جشنِ مسرت اور وفات غرض شادی و غمی کی ہر تقریب میں اس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس پر بعض بادشاہوں نے پابندی لگانے کی کوشش کی۔ مثلاً اگسٹس نے یہ قانون بنایا کہ ایک موقع پر ایک سو بیس (۱۲۰) سے زائد سیافوں کو اپنا کرتب دکھانے کی اجازت نہ دی جائے نیز کوئی شخص سال میں دو مرتبہ سے زیادہ ان تماشوں کو دعوت نہ دے وغیرہ۔ [۲]

یونان و روما کے مذکورہ حالات و خصوصیات سے ظاہر ہے کہ مغربی تہذیب کی نفسیاتی بنیادوں کی

---

[۱] تفصیل و حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو قدیم قانون از ابتدا تا ص ۱۶ و از ص ۴۳ تا ص ۴۸ اصول قانون ص ۷۳ تا ۸۰ خصوصی قانونِ روما از ص ۳۴ تا ۳۸ و ۴۳ و ۷۰، نظریہ سلطنت ص ۴۰ و ۱۴۰ امام ابوحنیفہؒ کی تدوین قانونِ اسلامی ص ۲۹۔

[۲] تاریخ اخلاق یورپ باب دوم اخلاق قبل مسیح۔

تکوین اجزائے ترکیبی کے خواص سے ہوئی ہے جن کو مادی ماحول نے پروان چڑھایا ہے۔

یعنی انسان کے "نیچرل کانسٹی ٹیوشن" میں فطرت کی کارفرمائی تسلیم کرنے کے بعد دو قسم کی نفسیاتی بنیادیں قرار پاتی ہیں:۔

۱۔ نورانی ـــــ اور

۲۔ حیوانی۔

نورانی فطرت کی پیدا کردہ ہے اور حیوانی اجزائے ترکیبی کے خواص سے وجود میں آتی ہے۔

مغربی تہذیب کی نفسیاتی بنیادیں ماضی الذکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ قاموس نگاروں کا بیان ہے کہ عیسوی مذہب نے تہذیبی رہنمائی میں نمایاں حصہ لیا ہے لیکن محققین کی رائے ہے کہ یونانی فلسفے اور مشرکانہ نظریات سے وہ اس قدر مسخ ہو چکا تھا کہ نفسیاتی بنیادوں تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ [1]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ تہذیب کی تشکیلِ جدید، معارف اعظم گڑھ (انڈیا)۔

★★ موجودہ پُرپیچ حالات میں کام کی جو شکل سمجھ میں آتی ہے، یہ ہے کہ ایمان ولیقین والی زندگی کی اہمیت تسلیم کی جائے اور اقامتِ دین کے جذبہ کی قدر کی جائے لیکن سیاسی اسٹنٹ اس کو نہ بنایا جائے۔ ورنہ قبل از وقت سیاسی اقتدار کی خواہش اس جذبہ کو کچل کر رکھ دے گی اور سیاسی اقتدار ہی مقصود بالذات بن جائے گا۔ پھر جنگ محض اقتدار کے لئے ہوگی اور مذہب آلۂ کار کے طور پر استعمال ہوتا رہے گا۔ پھر نشاۃ ثانیہ کی رہنمائی کے لئے نظام حیات کی جن تفصیلات کو از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہو (اور وہ بہت ہیں)، مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ اہلِ فن کے مشورہ سے قرآن و سنت کی روشنی میں انھیں مرتب کیا جائے۔ معاشی بدحالی کو دور کرنے، ترقیاتی سکیموں سے منتفع ہونے اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے عوامی فلاح و بہبود کے مختلف شعبے قائم کئے جائیں اور امداد باہمی کے مستقل ادارے چلائے جائیں۔

(مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)